سپریم کورٹ رپورٹس (1996) SUPP. 8 ایس سی آر

رام داس عرف رام سورج
بنام
شریمتی گنڈیابائی اور دیگران

20 نومبر 1996

[این۔ پی۔ سنگھ اور ایس۔ بی۔ مجمدار، جسٹسز]

ضابطہ دیوانی 1908: دفعہ 100:

دوسری اپیل۔ ہائی کورٹ کی جانب سے پہلی اپیلیٹ عدالت کی جانب سے حقائق کے نتائج میں مداخلت۔ حقائق کا پتہ لگانا۔ پہلی اپیلیٹ عدالت کی جانب سے مدعی کی ماں کی اپنے سوتیلے والد کے ساتھ دوبارہ شادی سے قبل مدعی کو گود نہ لینے کے ثبوت وں کی تجدید پر۔ تاہم، پہلی اپیلیٹ عدالت نے مدعی کو گود لینے کے سوال کا فیصلہ کرتے ہوئے مدعی کی بہن کی شادی کے موقع پر سوتیلے والد کی طرف سے اخراجات برداشت کرنے کی صورتحال پر غور نہیں کیا۔ یہ ظاہر کیا جانا چاہئے کہ پہلی اپیلیٹ عدالت کی طرف سے حقائق کا پتہ لگانا کسی بھی غلطی سے متاثر ہوا جیسا کہ دفعہ 100 (1) (اے)، (بی) اور (سی) میں غور کیا گیا ہے۔ اس طرح کی خالص حقائق کی دریافت نہ تو قانون کے خلاف ہے اور نہ ہی قانون یا استعمال کے کسی مادی مسئلے کا تعین کرنے میں ناکامی کی وجہ سے، اور نہ ہی سی پی سی یا کسی دوسرے قانون کے ذریعہ فراہم کردہ طریقہ کار میں کافی غلطی یا نقص کی وجہ سے جو ممکنہ طور پر اس سوال پر فیصلے میں غلطی یا نقص پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا دفعہ 100 (1) (اے)، (بی) اور (سی) کے ذریعہ غور کی گئی کوئی بھی بنیاد کیس کے ریکارڈ پر موجود نہیں تھی۔ تاہم، سوتیلے باپ کی جانب سے شادی کے اخراجات برداشت کرنے کی صورت حال پر مکمل طور پر غور نہ کرنا، مدعی کو گود لینے کے سوال کا فیصلہ کرنے سے متعلق غیر متعلقہ ہے۔ چونکہ پہلی اپیلیٹ عدالت نے مدعی کو گود لینے کے

فیصلے پر پہنچنے کے دوران میرٹ پر مقدمے کے فیصلے پر براہ راست اثر انداز ہونے والے کسی بھی مادی ثبوت کو نظر انداز نہیں کیا تھا، لہذا ہائی کورٹ نے مدعی کے حق میں پہلی اپیلیٹ عدالت کی طرف سے پیش کردہ حقائق کے واضح نتائج میں مداخلت کرنے کا قانونی جواز پیش نہیں کیا۔ گود لینے کے معاملے پر اور پہلی اپیلیٹ کورٹ کے اس فیصلے پر کہ مدعی کو گود نہیں لیا گیا تھا، آخر کار ریکارڈ پر ثابت کیا جانا چاہئے - ہندو قانون - گود لینا۔

درخواست گزار کے دادا اپنے پیچھے دو بیٹے، مدعا علیہ اور مدعی والد چھوڑ گئے ہیں۔ مدعی باپ اپنے پیچھے بیٹے، ایک بیٹی اور اس کی بیوہ کی حیثیت سے مدعی کو چھوڑ کر چل بسا۔ مدعی چھ ماہ کا تھا جب اس کے والد کا انتقال ہوا۔ چونکہ مدعی نابالغ تھا اس لئے اس کے والد کی موت کے بعد جائیدادوں کا انتظام مدعا علیہ خاندان کے 'کارتا' کے طور پر کرتا تھا۔ اس طرح جائیداد فریقین کے مشترکہ قبضے میں تھی۔ اکثریت حاصل کرنے کے بعد مدعی نے تقسیم اور اپنے ایک آدھے حصے پر علیحدہ قبضہ کرنے کی درخواست کی جسے مدعا علیہ نے مسترد کر دیا۔ لہٰذا مدعی نے مدعا علیہ کے خلاف جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے کی تقسیم اور علیحدگی کا مقدمہ دائر کیا۔

مدعا علیہ کا دفاع تین گنا تھا۔ سب سے پہلے مدعی کی والدہ نے دوسری شادی کر لی اور مدعی کو اس کے سوتیلے باپ کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے سے پہلے گود لے لیا گیا اور اس کے نتیجے میں مدعی کا تعلق مدعا علیہ اور اس کے مرحوم والد کے خاندان سے نہیں رہا اور اس وجہ سے اسے مقدمہ کی جائیدادوں میں کوئی حق، ملکیت یا دلچسپی نہیں تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مدعی والد کی زندگی کے دوران جائیدادوں کی تقسیم ہوئی تھی اور اسی وجہ سے مدعی کو بھی مقدمے کی جائیدادوں میں کوئی حق، عنوان یا دلچسپی نہیں تھی۔ تیسری بات یہ کہ مدعا علیہ غیر قانونی قبضے سے مقدمہ کی جائیدادوں کا مالک بن گیا تھا۔

ٹرائل کورٹ نے مقدمہ خارج کر دیا۔ اپیل پر پہلی اپیلیٹ کورٹ نے پہلے اور دوسرے معاملے پر ٹرائل کورٹ کے نتائج کو رد کر دیا۔ تاہم فسٹ اپیلٹ کورٹ نے تیسری بنیاد پر مقدمہ خارج کرنے کے حکم کی توثیق کی۔

دوسری اپیل پر عدالت عالیہ نے دوسرے اور تیسرے معاملے پر فسٹ اپیلٹ کورٹ کے فیصلے کو رد کر دیا۔ تاہم عدالت عالیہ نے نوٹ کیا کہ پہلی اپیلیٹ عدالت نے اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ نہیں

کیا کہ مدعی بہن کی شادی مدعاعلیہ نے نہیں بلکہ مدعی سوتیلے والد نے کی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی کو سوتیلے باپ نے گود لیا تھا اور اس واحد بنیاد پر دوسری اپیل خارج کر دی گئی تھی۔ ناراض ہونے کی وجہ سے درخواست گزار مدعی نے موجودہ اپیل کو ترجیح دی۔

درخواست گزار اور مدعی کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ عدالت عالیہ کو گود لینے کے سوال پر حتمی عدالت کی جانب سے حاصل کردہ حقائق کے خالص نتائج میں مداخلت کر کے دوسری اپیل کو خارج نہیں کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ضابطہ دیوانی 1908 کی دفعہ 100 کے تحت اس طرح کی مشق کی اجازت نہیں ہے۔

اپیل کی اجازت دیتے ہوئے، یہ عدالت

1۔ یہ ظاہر کیا جانا چاہیئے کہ فسٹ اپیلٹ کورٹ کی جانب سے حقائق کا پتہ کسی بھی غلطی سے متاثر ہوا جیسا کہ ضابطہ دیوانی، 1908 کی دفعہ 100 (1) (اے)، (بی) اور (سی) میں غور کیا گیا ہے۔ پہلی اپیلیٹ عدالت نے متعلقہ شواہد کی تجدید پر یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اپیل کنندہ کو اس کے سوتیلے والد نے اپنے سوتیلے والد کے ساتھ اپیل کنندہ کی والدہ کی دوبارہ شادی سے پہلے گود نہیں لیا تھا۔ متعلقہ شواہد کی بنیاد پر حقائق کی اس طرح کی دریافت جیسا کہ پہلی اپیلیٹ کورٹ نے کیا تھا حتمی تھا۔ یہ نہ تو قانون کے خلاف تھا اور نہ ہی قانون کی طاقت رکھنے والے کسی استعمال کے خلاف تھا۔ اور نہ ہی فرسٹ اپیلٹ کورٹ قانون یا استعمال کے کسی مادی مسئلے کا تعین کرنے میں ناکام رہی جس میں قانون کی طاقت موجود ہو۔ نہ ہی ضابطہ دیوانی یا کسی دوسرے قانون کے ذریعہ فراہم کردہ طریقہ کار میں فی الحال کوئی بڑی غلطی یا نقص تھا جس سے ممکنہ طور پر اس سوال پر فیصلے میں غلطی یا نقص پیدا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا سی پی سی کی دفعہ 100 (ایل) (اے) (بی) اور (سی) کے تحت زیر غور کوئی بھی بنیاد کیس کے ریکارڈ پر موجود نہیں تھی۔ تاہم، اپیل کنندہ کی بہن کی شادی کے موقع پر سوتیلے باپ کی طرف سے اخراجات برداشت کرنے کے حالات پر غور نہ کرنا اپیل کنندہ کے گود لینے کے سوال کا فیصلہ کرنے کے لئے مکمل طور پر غیر متعلقہ ہے۔ [836-ای-ایچ]

1.2۔ چونکہ میرٹ کی بنیاد پر مقدمے کے فیصلے پر براہ راست اثر انداز ہونے والے کسی بھی مادی ثبوت کو فسٹ اپیلٹ کورٹ نے حقائق کی حتمی عدالت کے طور پر نظر انداز نہیں کیا تھا جبکہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ

مدعی کو اس کے سوتیلے والد نے قبول نہیں کیا تھا، لہٰذا عدالت عالیہ قانونی طور پر اس معاملے پر مدعی کے حق میں پہلی اپیلٹ کورٹ کی طرف سے پیش کردہ حقائق کے واضح نتائج میں مداخلت کرنے کا جواز پیش نہیں کرتی تھی۔ گود لینے اور فسٹ اپیلٹ کورٹ کا یہ نتیجہ کہ مدعی کو اس کے سوتیلے والد نے گود نہیں لیا تھا، آخر کار ریکارڈ پر ثابت ہونا چاہیے۔ [837-ای-جی]

مادا ماپچی رامپا اور دیگر بنام متھالورو بوجپا، اے آئی آر (1963) ایس سی 1633 اور بھولا رام بنام امیر چند، [1981] 2 ایس سی سی 414، کا حوالہ دیا گیا۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 3784 آف 1986۔

1969 کی دوسری اپیل نمبر 310 میں بمبئی عدالت عالیہ کے 1981.7.3 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل گزار کی طرف سے وی۔ اے۔ بوبڑے اور اے۔ کے۔ سانگھی۔

جواب دہندگان کے لئے ایس۔ وی۔ دیش پانڈے۔

عدالت کا فیصلہ درجہ ذیل سنایا گیا:

جسٹس ایس۔ بی۔ مجمدار : آئین ہند کے آرٹیکل 136 کے تحت دی گئی اپیل کی خصوصی اجازت کی یہ اپیل ناگپور میں بمبئی عدالت عالیہ کے فیصلے اور حکم کو 1969 کی دوسری اپیل نمبر 310 میں چیلنج کرتی ہے۔ مذکورہ فیصلے اور حکم کے ذریعے عدالت عالیہ کے فاضل واحد جج نے اپیل گزار کی دوسری اپیل کو مسترد کر دیا اور ٹرائل کورٹ کی جانب سے دیئے گئے اور فسٹ اپیلٹ کورٹ کی جانب سے تصدیق کے مطابق تقسیم کے مقدمے کو خارج کرنے کے حکم کی توثیق کی۔ ہم فیصلے کے آخری حصے میں سہولت کی خاطر اپیل کنندہ کو مدعی اور مدعا علیہ 1 سے 7، اصل مدعا علیہ کے وارث، کو مدعا علیہ کے طور پر حوالہ دیں گے۔ اصل مدعا علیہ پریاگ کے

خلاف مدعی کا مقدمہ اس بنیاد پر تھا کہ مدعا علیہ اس کا چچا تھا۔اس کے والد رام پرساد اور مدعا علیہ پریاگ ایک بالبھدر تیلی کے بیٹے تھے۔مدعی کے والد اور مدعا علیہ کے مقدمے کی جائیدادوں میں مشترکہ مفادات تھے جو ان کے والد کو اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی تھیں۔چونکہ ایک طرف اس کے والد کی زندگی کے دوران ان جائیدادوں کی کوئی تقسیم نہیں ہوئی تھی اور دوسری طرف مدعا علیہ نے ان جائیدادوں میں ایک آدھا غیر منقسم حصہ حاصل کیا تھا اور دوسرا نصف حصہ مدعا علیہ کے پاس تھا۔لہٰذا انہوں نے سول جج (جونیئر ڈویژن) گونڈیا کی عدالت میں مدعا علیہ کے خلاف 1960ء کا سول مقدمہ نمبر 289اے دائر کیا جس میں مدعا علیہ کے خلاف مقدمہ نمبر 289اے دائر کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ اس سے منسلک شیڈول میں بیان کردہ جائیدادوں میں ان کے آدھے حصے کی تقسیم کی جائے۔مدعی کے مطابق ان کے دادا بل بھدر کا انتقال 1911 میں یا اس کے آس پاس ہوا تھا اور ان کے پیچھے ان کے دو بیٹے پریاگ اور مدعی والد رام پرساد رہ گئے تھے۔مدعی کے والد رام پرساد کا انتقال 1938 میں یا اس کے آس پاس ہوا تھا جس میں مدعی رام داس کو ان کا بیٹا، بیٹی تلسا بائی اور کسما بائی کو بیوہ کے طور پر چھوڑ دیا گیا تھا۔مدعی چھ مہینے کا تھا جب اس کے والد رام پرساد کا انتقال ہو گیا۔مدعی کے مطابق چونکہ وہ نابالغ تھا اس لئے اس کے والد کی موت کے بعد کی جائیدادوں کا انتظام مدعا علیہ خاندان کے 'کارتا' کے طور پر کرتا تھا۔اس طرح جائیداد فریقین کے مشترکہ قبضے میں تھی۔وہ مدعی ناگپور میں اپنی ماں کے ساتھ رہ رہا تھا اور مدعا علیہ ہر سال فصلوں میں اپنا حصہ دیتا تھا۔اکثریت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے تقسیم اور اپنے ایک آدھے حصے پر علیحدہ قبضہ کرنے کی درخواست کی جسے مدعا علیہ نے مسترد کر دیا اور اس طرح مذکورہ مقدمہ درج کیا گیا۔

اصل مدعا علیہ کا دفاع تین گنا تھا۔سب سے پہلے یہ دلیل دی گئی کہ مدعی والد رام پرساد کی موت کے بعد مدعی کی ماں نے رام چرن نامی شخص سے دوبارہ شادی کی اور رام چرن کے ساتھ دوبارہ شادی سے پہلے اس نے مدعی کو رام چرن کو گود لے لیا اور اس کے نتیجے میں مدعی کا تعلق مدعا علیہ اور اس کے مرحوم والد رام پرساد کے خاندان سے نہیں رہا اور اس وجہ سے اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ مقدمہ کی خصوصیات میں عنوان یا دلچسپی، دوسرا دفاع یہ تھا کہ مدعی والد رام پرساد کی زندگی میں جائیدادوں کی تقسیم ہوئی تھی اور رام پرساد کو شریک ملکیت کی جائیدادوں اور دیگر منقولہ جائیدادوں میں ان کا حصہ دیا گیا تھا اور اس لئے مدعی کو بھی مقدمے کی جائیدادوں میں کوئی حق، ملکیت اور دلچسپی نہیں تھی جو تقسیم کے بعد اصل مدعا علیہ کے خصوصی حصے میں آ گئیں۔
تیسرا دفاع یہ تھا کہ کسی بھی صورت میں مدعا علیہ منفی قبضے سے مقدمہ کی جائیدادوں کا مالک بن گیا تھا۔

شواہد ریکارڈ کرنے کے بعد فاضل ٹرائل جج اس نتیجے پر پہنچے کہ اصل مدعا علیہ کی جانب سے پیش کیے گئے تینوں دفاع قابل قبول ہیں مختصر یہ کہ فاضل ٹرائل جج نے کہا کہ مدعی کو اس کے سوتیلے والد رام چرن نے مدعی کی والدہ کے ساتھ دوبارہ شادی سے پہلے گود لیا تھا اور اس لئے مدعی کو اپنے مرحوم فطری والد کی جائیدادوں میں کوئی حق، عنوان یا دلچسپی نہیں بچی تھی۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ مدعی کے والد رام پرساد اور مدعا علیہ کے درمیان سابقہ زندگی کے دوران تقسیم ہوئی تھی اور مدعی والد نے ان جائیدادوں کو ضائع کر دیا تھا جو ان کے حصے میں آگئیں اور اسی وجہ سے مدعی کا مقدمہ کی جائیدادوں میں بھی کوئی حصہ نہیں تھا جو تقسیم کے بعد صرف مدعا علیہ کے حصے میں آگئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ کسی بھی صورت میں مدعا علیہ ناجائز قبضہ کر کے جائیداد کا مالک بن گیا تھا۔

مدعی نے اس معاملے کو اپیل میں پیش کیا۔ فاضل اپیلیٹ جج نے شواہد کا از سر نو جائزہ لینے پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مدعی والد کی زندگی کے دوران ایک طرف مدعی والد اور دوسری طرف مدعا علیہ کے درمیان کوئی تقسیم نہیں تھی اور لہذا، اس معاملے پر ٹرائل کورٹ کا فیصلہ الٹ دیا گیا۔ فاضل اپیلیٹ جج نے یہ بھی کہا کہ مدعا علیہ اپنے دفاع کو ثابت کرنے میں ناکام رہا کہ مدعی کو رام چرن کے ساتھ دوبارہ شادی سے پہلے اس کی ماں نے گود لیا تھا۔ تاہم فاضل اپیلیٹ جج نے تیسری بنیاد پر مقدمہ خارج کرنے کے حکم کی توثیق کی، یعنی یہ کہ مدعا علیہ غیر قانونی قبضے سے مقدمہ کی جائیدادوں کا مالک بن گیا تھا۔ اس طرح تین بنیادوں میں سے مدعی اپیلٹ کورٹ کے سامنے دو بنیادوں پر کامیاب ہوا لیکن آخری بنیاد پر ہار گیا۔ مدعی نے 1969 کی دوسری اپیل نمبر 310 کے طور پر دوسری اپیل میں اس معاملے کو اٹھایا۔ عدالت عالیہ کے ایک فاضل سنگل جج نے پہلی اپیلٹ کورٹ کے اس نتیجے سے اتفاق کیا کہ ایک طرف مدعی کے والد اور دوسری طرف اصل مدعا علیہ کے درمیان جائیداد کی کوئی تقسیم نہیں تھی۔ تاہم، یہ بھی کہا گیا کہ مدعا علیہ کا غلط قبضے کے بارے میں دفاع ریکارڈ پر قائم نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ مدعا علیہ نے مدعی کو بے دخل کیا تھا جہاں تک مقدمہ کی جائیدادوں کا تعلق ہے۔ لہذا ناجائز قبضے کا دفاع ناکام رہا۔ اس طرح جن تین دفاعوں نے اصل میں ٹرائل کورٹ میں اپیل کی تھی ان میں سے دو دفاع کو عدالت عالیہ نے ریکارڈ پر موجود ثبوتوں پر غیر مستحکم قرار دیا تھا۔ تاہم جہاں تک مدعی کے حق میں فیصلہ دینے کا تعلق ہے تو عدالت عالیہ کے فاضل سنگل جج نے اصل مدعا علیہ کے وارثوں کو حکم 41 قاعدہ 22 ضابطہ دیوانی (مختصر طور پر سی پی سی) کی دفعات کے مطابق ان کے خلاف

پائے جانے والے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے برطرفی کے فیصلے کی حمایت کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے موقف اختیار کیا کہ رام چرن جو بعد میں ان کے سوتیلے والد بن گئے، کے ذریعے مدعی کو گود لینا اچھی طرح سے ثابت ہے اور نچلی اپیلیٹ کورٹ کے برعکس فیصلے کو خارج کرنے کی ضرورت ہے اور اسی وجہ سے دوسری اپیل کو صرف اس بنیاد پر خارج کر دیا گیا کہ مدعی کو رام چرن نے گود لیا تھا اور اب وہ اپنے مرحوم والد اور چچا کے خاندان میں نہیں رہا تھا۔ اصل مدعا علیہ، اور اس کے نتیجے میں زیر بحث جائیدادوں کی تقسیم کا دعوی نہیں کر سکتا تھا۔

درخواست گزار کی طرف سے پیش ہوئے سینئر وکیل جناب بوبڑے نے زور دے کر کہا کہ ایک بار جب عدالت عالیہ کے فاضل واحد جج نے اصل مدعا علیہ کے دو دفاع کو پائیدار قرار دے دیا تو ان کی اپیل کو منظور کیا جانا چاہئے تھا اور عدالت عالیہ کے ذریعہ اس طرح کی مشق کے طور پر قبول کرنے کے سوال پر حقائق کی حتمی عدالت کے ذریعہ حاصل کردہ حقائق کی خالص دریافت میں مداخلت کر کے خارج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سی پی سی کی دفعہ 100 کے تحت اس کی اجازت نہیں تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے مادا منچی رامپا اور انر کے معاملے میں اس عدالت کے دو فیصلوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی۔ 5، متھالو رو بوجپا، اے آئی آر (1963) ایس سی 1633 اور بھولا رام بمقابلہ امیر چند، [1981] 2 ایس سی سی 414 کے معاملے میں۔ اب یہ بات اچھی طرح طے ہو چکی ہے کہ نچلی اپیلٹ کورٹ کا فیصلہ حتمی ہے اور عدالت عالیہ دفعہ 100 کے تحت اپنے دائرہ اختیار کا استعمال کرتے ہوئے سی پی سی اس وقت تک حقائق کے نتائج میں مداخلت نہیں کر سکتی جب تک کہ ان نتائج کو قانون میں غلط ثابت نہ کیا جائے۔ یقیناً یہ سچ ہے کہ مدعی کی دوسری اپیل 1969 میں دائر کی گئی تھی اور اس کا فیصلہ سی پی سی کی دفعہ 100 کی دفعات کے مطابق کیا جانا تھا جیسا کہ ضابطہ دیوانی ترمیمی ایکٹ، 1976 کے ذریعہ قانون کی کتاب میں لائے گئے نئے سیکشن 100 کے ذریعہ ان کے متبادل سے پہلے لاگو ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری اپیل میں اپیل کنندہ کو یہ ظاہر نہیں کرنا تھا کہ نچلی اپیلٹ کورٹ کے ذریعہ حاصل کردہ نتائج کیا ہیں۔ قانون کے کسی بھی اہم سوال میں شامل تھا. پھر بھی یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ نچلی اپیلٹ کورٹ کے نتائج میں دفعہ 100 (1) (اے)، (بی) اور (سی) کے تحت قانون کی کوئی غلطی شامل تھی جو 1976 سے پہلے لاگو تھی۔ مذکورہ دفعات جو 1976ء سے پہلے لاگو ہوتی ہیں درج ذیل ہیں:

100(1)۔اس کوڈ کی باڈی میں یا فی الوقت نافذ العمل کسی دوسرے قانون کے ذریعہ واضح طور پر فراہم کردہ جگہوں کو چھوڑ کر، عدالت عالیہ کے ماتحت کسی بھی عدالت کی طرف سے درج ذیل میں سے کسی بھی بنیاد پر اپیل میں منظور کردہ ہر حکم نامے سے عدالت عالیہ میں اپیل کی جائے گی، یعنی:

(اَ) فیصلہ قانون کے منافی ہو یا کسی حد تک قانون کی طاقت کا حامل ہو۔

(ب) وہ فیصلہ جو قانون کے کسی مادی مسئلے یا قانون کی طاقت کے حامل استعمال کا تعین کرنے میں ناکام رہا ہو۔

(ت) اس کوڈ کے ذریعہ فراہم کردہ طریقہ کار یا فی الحال نافذ العمل کسی دوسرے قانون کے ذریعہ فراہم کردہ طریقہ کار میں کافی غلطی یا نقص، جس سے ممکنہ طور پر میرٹ کی بنیاد پر کیس کے فیصلے میں غلطی یا نقص پیدا ہو سکتا ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ سی پی سی کی دفعہ 103 جیسا کہ 1976 سے پہلے موجودہ معاملے کے حقائق پر لاگو ہوتا تھا، عدالت عالیہ کو اس وقت کی موجودہ دفعہ 103 کے تحت طے شدہ حالات کے تحت حقائق کے مسئلے کا تعین کرنے کی اجازت دیتا تھا جو درج ذیل ہے:

103۔کسی بھی دوسری اپیل میں، اگر ریکارڈ پر موجود ثبوت کافی ہیں، تو عدالت عالیہ اپیل کو نمٹانے کے لئے ضروری کسی بھی حقائق کا تعین کرسکتی ہے جس کا تعین نچلی اپیلیٹ کورٹ نے نہیں کیا ہے یا جسے ایسی عدالت نے کسی غیر قانونی، غلطی، غلطی یا نقائص کی وجہ سے غلط طور پر طے کیا ہے جیسا کہ دفعہ 100 کی ذیلی دفعہ (1) میں ذکر کیا گیا ہے۔

تاہم اس سے پہلے کہ عدالت عالیہ دفعہ 100 اور دفعہ 103 کے تحت اپنے دائرہ اختیار کا استعمال کرے، سی پی سی 1969 میں متعلقہ وقت پر لاگو ہوا، یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ نچلی اپیلیٹ کورٹ نے کسی بھی

غیر قانونی غلطی، غلطی یا نقائص کی وجہ سے حقائق کے کسی بھی سوال کا غلط تعین کیا تھا جیسا کہ دفعہ 100 میں ذکر کیا گیا ہے۔ سی پی سی. لہٰذا یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ فسٹ اپیلٹ کورٹ کی جانب سے حاصل کی گئی حقائق کی نشاندہی سی پی سی کی دفعہ 100 کی ذیلی دفعہ (1) (اے)، (بی) اور (سی) کی شق کے مطابق کسی بھی غلطی سے متاثر ہوئی تھی۔ جہاں تک موجودہ کیس کے حقائق کا تعلق ہے تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ فسٹ اپیلٹ کورٹ نے ریکارڈ پر موجود تمام متعلقہ ثبوتوں پر غور کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ مدعا علیہ اپنا دفاع ثابت کرنے میں ناکام رہا تھا کہ مدعی کو رام چرن نے اپنے فطری والد کی موت کے بعد رام چرن کے ساتھ اپنی والدہ کی دوبارہ شادی سے پہلے گود لیا تھا۔ پہلی اپیلیٹ کورٹ نے پوائنٹ نمبر 1 پر ثبوتوں کا تفصیلی تجزیہ کیا تاکہ اس بات کا تعین کیا جاسکے کہ آیا درخواست گزار رام چرن کا گود لیا ہوا بیٹا ہے یا نہیں۔ فسٹ اپیلٹ کورٹ کے فیصلے کے پیراگراف 8 سے 12 میں تمام متعلقہ شواہد کا جائزہ لیا گیا۔ فرسٹ اپیلیٹ کورٹ نے دفاع کے گواہ کالو رام کو مسترد کر دیا جس سے اصل مدعا علیہ نے رام چرن کے ذریعہ مدعی کو گود لینے کے بارے میں اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لئے پوچھ گچھ کی تھی۔ فسٹ اپیلیٹ کورٹ نے یہ بھی نوٹ کیا کہ بقیہ گواہ 3 ابولائی، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ رام چرن کے ذریعہ گود لینے کے وقت موجود تھا، قابل بھروسہ نہیں تھا۔ دوسری طرف مدعی کے ثبوت وں میں پی ڈبلیو 3 اور اس کے گواہ دیوی دین پی ڈبلیو 2 کے طور پر ورژن کو قابل اعتماد قرار دیا گیا تھا۔ فسٹ اپیلٹ کورٹ نے اس بات پر بھی غور کیا کہ مدعی کی والدہ سے پوچھ گچھ نہ کرنے سے مدعی کیس کے خلاف کوئی منفی نتیجہ اخذ نہیں کیا جائے گا۔ مدعا علیہ نے رام چرن کے ذریعہ مدعی کو گود لینے کو ثابت کرنے کے لئے جس صورتحال پر بھروسہ کیا، یعنی ناگپور کے پرائمری اسکول میں مدعی کے والد کا نام رام چرن کے طور پر دکھایا گیا تھا، اس کا کوئی ٹھوس موقف نہیں پایا گیا کیونکہ یہ تسلیم شدہ موقف تھا کہ اس کے فطری والد کی موت کے بعد مدعی ناگپور میں اپنے سوتیلے والد کے ساتھ رہ رہا تھا کیونکہ وہ ایک نابالغ تھا اور اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا جس نے رام چرن سے دوسری شادی کی تھی۔ اس طرح فرسٹ اپیلیٹ کورٹ نے متعلقہ شواہد حاصل کیے اور ایک واضح نتیجہ اخذ کیا کہ مدعی کو اس کے سوتیلے والد رام چرن نے اپنی ماں کے ساتھ دوبارہ شادی سے پہلے گود نہیں لیا تھا اور مدعی صرف اپنے سوتیلے بیٹے کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ رہا تھا۔ سی پی سی کی دفعہ 100 کے تحت دائرہ اختیار کا استعمال کرتے ہوئے دوسری اپیل میں فاضل واحد جج کی جانب سے حقائق کی اس خالص دریافت میں مداخلت کی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں فسٹ اپیلٹ کورٹ کی جانب سے پیش کردہ متعلقہ شواہد کی بنیاد پر حقائق کا ایسا نتیجہ حتمی تھا۔ یہ نہ تو قانون کے خلاف تھا اور نہ ہی قانون کی طاقت رکھنے والے کسی استعمال کے خلاف تھا۔ نہ ہی فسٹ اپیلٹ کورٹ قانون کے کسی مادی مسئلے یا قانون کی طاقت کے استعمال کا تعین کرنے

میں ناکام رہی تھی۔ نہ ہی ضابطہ دیوانی یا کسی دوسرے قانون کے ذریعہ فراہم کردہ طریقہ کار میں ان کی کوئی بڑی غلطی یا نقص تھا جو ممکنہ طور پر اس سوال کے فیصلے میں غلطی یا نقص پیدا کرسکتا تھا۔ مختصر یہ کہ دفعہ 100 (1)، (اے) (بی) اور (سی) کے تحت زیر غور کوئی بھی بنیاد کیس کے ریکارڈ پر موجود نہیں تھی جس سے عدالت عالیہ کے فاضل واحد جج کو سی پی سی کی دفعہ 100 کے تحت معاملے کو حل کرتے وقت مدعی کو قبول کرنے کے فیصلے میں مداخلت کا حق حاصل ہو، یہاں تک کہ اس بنیاد پر بھی کہ 1976 سے پہلے کے دنوں میں قانون کی سادگی یا غلطی میں بھی مداخلت کی جاسکتی تھی۔ تاہم ہماری توجہ عدالت عالیہ کے فاضل واحد جج کے ایک مشاہدے کی طرف مبذول کرائی گئی جس میں فاضل جج نے نوٹ کیا ہے کہ نچلی اپیلیٹ کورٹ نے اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھا کہ مدعی کی بہن کی شادی مدعاعلیہ نے نہیں بلکہ رام چرن نے کی تھی اور ایسا کچھ بھی نہیں تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ مدعاعلیہ نے اس کے لئے خرچ کیا تھا۔ اس کی شادی اور مدعی کو رات کے 10 روپے کی نوکری قبول کرنے کی ضرورت تھی۔ جہاں تک اس موٹے پہلو کا تعلق ہے تو فسٹ اپیلٹ کورٹ کے فیصلے پر صرف ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل جج نے مدعی کی پہلی اپیل کا فیصلہ کرتے وقت حقائق کی حتمی عدالت کے طور پر پہلے ہی اس صورتحال پر غور کیا تھا کہ اپیل کنندہ نے اپنے ثبوتوں میں اعتراف کیا تھا کہ وہ ناگپور میں مختلف خدشات میں تقریباً 10 سے 12 سال تک خدمات انجام دے رہا تھا اور اس کا اعتراف تھا کہ اس نے رسید پاس کی تھی۔ ڈٹسن پرنٹنگ پریس کو ان کی تنخواہ کے بارے میں۔ تاہم فسٹ اپیلٹ کورٹ نے مدعاعلیہ کے موقف کو قبول کرنے کے لئے اس صورتحال پر انحصار نہیں کیا تھا کہ صرف اس صورتحال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدعی کو رام چرن نے گود لیا ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس صورت حال کو فسٹ اپیلٹ کورٹ نے زیر غور لانے کے لیے خارج کر دیا تھا۔ تاہم پہلا پہلو یہ ہے کہ مدعی بہن کی شادی کے موقع پر ہونے والے اخراجات ان کے سوتیلے والد رام چرن نے کیے تھے، ایک ایسی صورتحال تھی جس پر فسٹ اپیلٹ کورٹ نے غور نہیں کیا تھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ صورتحال اس سوال کا فیصلہ کرنے کے لئے بالکل غیر متعلق ہے کہ آیا مدعی رام چرن کا گود لیا ہوا بیٹا تھا یا نہیں۔ یہ ریکارڈ پر اچھی طرح سے ثابت ہے اور اس کے بارے میں کوئی تنازعہ نہیں تھا کہ مدعی کی ماں نے مدعی سے دوبارہ شادی کی اور اس کی بہن تلسا بائی اپنے پہلے شوہر، مدعی والد کے بچے تھے۔ دوسری شادی کے موقع پر مدعی کی ماں ان دونوں بچوں کے ساتھ گئی اور رام چرن کے ساتھ رہی۔ اس کے بعد اگر رام چرن نے سوتیلے بچوں کے طور پر ان کی دیکھ بھال اور پرورش پر پیسہ خرچ کیا ہوتا اور بھلے ہی انہوں نے اپنی سوتیلی بیٹی تلسا بائی کی شادی کے موقع پر خرچ کیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ مدعی کو اس کے سوتیلے باپ نے گود لیا ہوگا۔ لہٰذا، جہاں تک رام چرن کی سوتیلی بیٹی تلسا

بائی کا تعلق ہے، ان کی شادی کے اخراجات کا مذکورہ بالا معاملہ بالکل غیر متعلقہ تھا، جس کا رام چرن کے ذریعے گود لیے گئے مدعی کے پتے پر کوئی اثر نہیں پڑا۔لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میرٹ کی بنیاد پر کیس کے فیصلے پر براہ راست اثر انداز ہونے والے کسی بھی مادی ثبوت کو فسٹ اپیلٹ کورٹ نے حقائق کی حتمی عدالت کے طور پر نظر انداز کر دیا تھا جبکہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ مدعی کو رام چرن نے قبول نہیں کیا تھا۔نتیجتاً یہ ماننا ضروری ہے کہ عدالت عالیہ کے واحد جج کو گود لینے کے معاملے پر مدعی کے حق میں فسٹ اپیلٹ کورٹ کی طرف سے پیش کردہ واضح حقائق میں مداخلت کرنے کا قانونی جواز نہیں تھا اور فسٹ اپیلٹ کورٹ کا یہ نتیجہ کہ مدعی کو رام چرن نے قبول نہیں کیا تھا، آخر کار ریکارڈ پر ثابت ہونا چاہیے۔ایک بار جب یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے تو، نتیجہ خود بخود آتا ہے۔اصل مدعا علیہ کی طرف سے اٹھائے گئے دیگر دو دفاع کو عدالت عالیہ نے قبول نہیں کیا ہے، لہٰذا مدعی کو اپنے مقدمے کا فیصلہ کروانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔درحقیقت ایک بار جب عدالت عالیہ کی جانب سے منظور کردہ گود لینے کا فیصلہ مدعی کے راستے سے ہٹ جاتا ہے، اور باقی دونوں دفاع کے طور پر فاضل واحد جج نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا ہے تو اس کی دوسری اپیل کو خارج کرنے کے بجائے منظور کرنے کی ضرورت تھی۔لہٰذا ہمیں اس سلسلے میں مناسب حکم جاری کرنا ہوگا۔

نتیجے میں اس اپیل کی اجازت دی جاتی ہے۔ٹرائل کورٹ کی جانب سے منظور کردہ اور فسٹ اپیلٹ کورٹ اور عدالت عالیہ کی جانب سے تصدیق شدہ مدعی کے مقدمے کو خارج کرنے کے فیصلے اور فرمان کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔مدعی کی جانب سے مقدمے کی جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے کی تقسیم اور علیحدگی کا مقدمہ طے کیا گیا ہے جیسا کہ درخواست سے منسلک شیڈول میں بیان کیا گیا ہے۔آرڈر 20 رول 18 سی پی سی کی دفعات کے مطابق تقسیم کے لئے ایک ابتدائی حکم نامہ مدعی-اپیل کنندہ کے حق میں پاس کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔کیس کے حقائق اور حالات میں اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہوگا۔

وی۔ایس۔ایس

اپیل منظور کی جاتی ہے۔

Sheikh Javiad Alam
I am the author of this document

15.07.24